⊙ ارشد خان

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، پشاور یونیورسٹی، پشاور

⊙⊙ ڈاکٹر سہیل احمد

استاد شعبہ اردو، پشاور یونیورسٹی، پشاور

ن م راشد کا تصورِ مشرق

Abstract:

In modern Urdu poetry, among other topics, there is a detailed discussion on the concept of Orientalism. Modern poets, through their ideas, have not only clearly expressed the concept of Orientalism, but have also fully expressed their intellectual abilities. In this regard, the Noon Meem Rashid concept is a clear and explicit reference to Orientalism. His thoughts are centered on Orientalism. His thoughts often blossom and tilt towards the East. The research article is about Noon Meem Rashid's concept of the East and highlights his oriental elements.

Keywords:

Rashid, Poetry, East, Orientalism, Modernism, Concept

جدید اُردو شاعری اپنی ماقبل شاعری سے اپنے موضوعات، عصری تقاضوں اور شعور و آگہی کی وجہ سے انفرادیت رکھتی ہے۔ اپنے عہد کے رجحانات نے اس دور کی شاعری کو خلا کے بجائے زمینی حقائق اور مسائل سے وابستہ کیا ہے۔ اس دور کے شعراء نے اپنے شاعرانہ کمالات کے اظہار کے لیے اپنے عہد کے مسائل کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اس حوالے سے اگر جدید اردو شاعری پر نظر ڈالی جائے تو اس میں ن۔م۔راشد بھی ایک معتبر شاعر کے طور پر جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اپنے عہد کے تقاضوں اور رجحانات کے شعور نے آپ کی شاعری میں آفاقیت پیدا کی ہے۔ آپ نے جہاں اپنے عہد کے دوسرے بہت سارے موضوعات پر بصیرت آفروز شاعری تخلیق کی ہے۔ وہاں تصور مشرق پر بھی اپنے شاعرانہ کمالات کا اظہار نہایت پختگی سے کیا ہے۔

ن۔م۔راشد کے ہاں مشرق کا ایک واضح تصور ملتا ہے۔ آپ کی شاعری کا محور و مرکز مشرق ہے۔ مشرق سے

محبت کا جذبہ آپ کی شاعری میں جا بجا موجود ہے۔ اگر چہ ابتداء میں مشرقیت سے لگاؤ اور اُنس دھیما ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں شدت آتی گئی۔ آپ آخری عمر تک مشرق اور اہل مشرق کے درد وکرب کا مداوا ڈھونڈتے نظر آتے ہیں۔ ن۔م۔راشد کا تصورِ مشرق روحانی اور تہذیبی قدروں والا مشرق نہیں ہے۔ بلکہ آپ مشرقی تہذیب وثقافت کو مغربی استعمار سے نجات حاصل کرنے کے لیے ناکافی سمجھتے ہیں۔ آپ ایک سیکولر معاشرہ کے خواہاں ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مغربی استحصالی رویے کے سامنے ایک آزاد خیال معاشرہ ہی رکاوٹ بن سکتا ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ استعماریت کا توڑ تب ہی ممکن ہوگا جب مشرق سیاسی اور اقتصادی حوالے سے بیدار ہوگا۔ اور مزید یہ کہ جب اہل مشرق اپنے ذاتی اور علاقائی ومقامی مسائل کو بالائے طاق رکھ کر مغربی استعمار کے خلاف باہم متحد و متفق ہوں گے۔

ن۔م۔راشد مشرق کی مذہبی اور روحانی اقدار کو اہل مشرق کیلئے ضرر رساں خیال کرتے ہیں۔ ان اقدار کی پاسداری نے مشرق کو جامد اور غیر متحرک بنایا ہے۔ آپ کے خیال میں مشرق کے مادی اور معاشرتی زوال کا سبب مشرقی روحانیت، عافیت کوشی اور قناعت پسندی ہے۔ ''ماورا'' میں راشد مغرب کی دریوزہ گری اور استعماری رویے کو مدہم انداز میں بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن بعد کی شاعری میں شدت آجاتی ہے۔ اس دور کی شاعری میں مغربی استعماری عزائم پر گہرے طنز کا رویہ پایا جاتا ہے۔ ''دریچے کے قریب'' میں راشد اہل مشرق کی زبوں حالی کا تذکرہ نہایت ہی دردمندانہ انداز سے کرتے ہیں:

یہ عمارات قدیم
یہ خیاباں، یہ چمن، یہ لالہ زار،
چاندنی میں نوحہ خواں
اجنبی کے دست غارت گر سے ہیں
زندگی کے ان نہاں خانوں میں بھی
میرے خوابوں کا کوئی روماں نہیں!
کاش اک 'دیوار رنگ'
میرے ان کے درمیاں حائل نہ ہو(۱)

ن۔م۔راشد کی سیاسی شاعری شعری تلازمات کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔ ان تلازمات کے معانی ومفہوم کو سمجھے بغیر، آپ کی شاعری کی حقیقت تک پہنچنا مشکل ہے۔ نظم ''دریچے کے قریب'' میں راشد کے فرد کو ذلت وپستی کا احساس کھائے جا رہا ہے۔ اس پستی کے ذمہ دار مذہب اور ملائے حزیں کے جامد نظریات واقدار ہیں۔ ''شاعر درماندہ'' میں بھی راشد کا فرد اقتصادی زبوں حالی کو اپنے آبا کی عافیت کوشی کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ امجد طفیل اس نظم (شاعر درماندہ) کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''راشد کی نظم ''شاعر درماندہ'' میں ہمیں استعماری صورت حال کیخلاف شاعر کا ردِعمل زیادہ واضح انداز میں ملتا ہے۔ راشد انسانی آزادی کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ وہ اس بات کے

قائل ہیں کہ انسانی جوہر صرف آزاد فضا میں ہی پروان چڑھتا ہے۔ استعمار کا سب سے بڑا حملہ انسانی آزادی پر ہوتا ہے۔''(۲)

نظم ''بیکراں رات کے سناٹے'' میں بھی حاکم و محکوم کے امتیاز سے پیدا شدہ مسائل کا عنصر پایا جاتا ہے۔ راشد کے فرد کو اپنی مظلومیت اور محکومیت کا شدید احساس ہے۔ اگر چہ بہ ظاہر اپنی محبوبہ سے اپنی دلی کیفیات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ مشرق کی ذلت و پسپائی کا نوحہ ہے۔ جسے شاعر نے شعری تلازمات میں پرویا ہے:

تیرے بستر پہ میری جان کبھی
آرزوئیں تیرے سینے کے کہستانوں میں
ظلم سہتے ہوئے حبشی کی طرح رینگتی ہیں!
ایک لمحے کے لیے دل میں خیال آتا ہے
تو میری جان نہیں
بلکہ ساحل کے کسی شہر کی دوشیزہ ہے
اور تیرے ملک کے دشمن کا سپاہی ہوں میں
ایک مدت سے جسے ایسی کوئی شب نہ ملی
کہ ذرا روح کو اپنی وہ سبک بار کرے (۳)

''ماورا'' کے مقابلے میں ''ایران میں اجنبی'' میں آپ کی مشرقیت واضح نقوش میں ابھرتی ہیں۔ ایشیائی اور مشرق اقوام کے دکھ درد بلیغ انداز میں آپ کی پوری شاعری میں جگہ جگہ موجود ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا لکھتے ہیں:

''ایران میں اجنبی کا شاعر حالات حاضرہ کا دقت نظر سے مشاہدہ کرنے والا شخص ہے۔ ایران اور مشرق وسطیٰ کے ممالک میں اسے دوسری عالمی جنگ کے دوران جو مشاہدات و تجربات ہوئے، انہیں اس نے بڑی شدت، دردمندی اور وسعت نظر کیساتھ نظموں میں پیش کر دیا۔ سامراجی طاقتیں ایشیا میں جو تماشا دکھا رہی تھیں، راشد خود بھی اس کے ایک کردار تھے۔ اس لیے اس کھیل کو نہ صرف قریب سے دیکھ رہے تھے۔ بلکہ ایسی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ جس سے بہت سے لوگ محروم تھے۔''(۴)

''ایران میں اجنبی'' میں آپ کا سیاسی شعور ہندوستانی حدود سے نکل کر تمام مشرق پر محیط ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کی شاعری میں عالمگیریت پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ کا ہدف مشرق کی سیاسی و معاشی بیداری ہے کوئی خاص یا ایک جغرافیائی خطہ نہیں، آپ تمام مشرق کو استعمار کی بربریت سے چھٹکارا دلانے کے خواہاں ہیں۔ اس دور نے آپ کو ایشیائی شاعر کے روپ میں ظاہر کیا ہے۔ نظم ''تیل کے سوداگر'' میں اگر چہ بہ ظاہر ایران کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن اس سے مراد ہر وہ مشرقی خطہ ہے، جو تیل کے ذخائر سے مالا مال ہے۔ اور اسے استحصالی نظروں سے دیکھا جا رہا ہے۔ آپ مذکورہ نظم میں معدنی وسائل سے مالا مال ممالک کو اپنی سالمیت کی حفاظت کی تلقین کرتے ہیں۔

بخارا سمرقند کو بھول جاؤ
اب اپنے درخشندہ شہروں کی
طہران و مشہد کے سقف و در و بام کی فکر کرو
تم اپنے نئے دور ہوش و عمل کے دلآویز چشموں کو
اپنی نئی آرزوؤں کے ان خوبصورت کنایوں کو
محفوظ کر لو!
ان اونچے درخشندہ شہروں کی
کوتہ فصیلوں کو مضبوط کر لو (۵)

راشد کو ایشیائی بیداری کا احساس دوسری جنگ عظیم کے دوران انگریز فوج میں کپتان کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ بیداری کا یہ احساس بہت شدید ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ یہی احساس تمام اہل مشرق میں پیدا ہو جائے۔ کیوں کہ یہی سوچ عملی سطح پر مشرق کی غلامی اور کس مپرسی سے نجات دلانے کا ضامن بن سکتی ہے۔ نظم "پہلی کرن" میں لکھتے ہیں:

میں اس قوم کا فرد ہوں جس کے حصے میں محنت ہی محنت ہے نان
شبینہ نہیں ہے
اور اس پر بھی یہ قوم دل شاد ہے شوکت باستاں سے
اور اب بھی ہے اُمید فردا کسی ساحرِ بے نشاں سے (۶)

آپ مشرق کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں طلاطم پیدا کرنا چاہتے ہیں کیوں کہ مشرق کا فرد اپنی تمام تر صلاحیتیں دشمن ملک کی معاشی حالت کو بہتر بنانے میں صرف کر رہا ہے اور پھر بھی دشمن عناصر اہل مشرق کی بربریت میں تیزی دکھا رہے ہیں۔ بیداری کا یہ احساس آگے چل کر ایک نیا رُخ اور نئی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور یہ نیا رُخ اتحاد و اتفاق کا ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ اگر ایشیا اور مشرق باہم متحد ہو جائے اور سیاسی اور معاشی حوالے سے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائے اور آپس کی مذہبی، تہذیبی اور سماجی منافرت کو ختم کر لیں تو عنقریب مشرق میں مغربی استعمار سے آزادی کا سورج طلوع ہو سکتا ہے۔

کہ ہم ایک ہو جائیں، ہم ایشیائی!
وہ زنجیر، جس کے سرے سے بندھے تھے کبھی ہم
وہ اب سست پڑنے لگی ہے،
تو آؤ کہ ہے وقت کا یہ تقاضا
کہ ہم ایک ہو جائیں......ہم ایشیائی (۷)

عنکبوت کے جال میں اسیر ایشیائی تڑپ رہے ہیں اور اس سے نکلنے کی عملی کوشش نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ زنجیر جس کو ایک ہی جنبش سے توڑا جا سکتا تھا۔ ایک آہنی کمند عظیم بن گیا ہے۔ مشرق کی یہی سستی اور کاہلی راشد کو ناگوار گزرتی

ہے۔اوراس پر شدید تنقید کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

''ایران میں اجنبی'' کی متعدد نظموں میں معاشی زبوں حالی کے مضراثرات کا تذکرہ ملتا ہے۔معاش کے ابتر حالات سے معاشرے میں پیدا ہونے والے مسائل اوراس کے نتیجہ میں افراد کی زندگی میں پائی جانے والی بے چینی راشد کوصرف بے چین نہیں کرتی۔ بلکہ اس معاشی کس مپرسی کے پیچھے مغربی استعمار کے رویے دکھائی دیتے ہیں۔ نظم''من وسلویٰ'' میں آپ مغربی استعمار کے اسی رویے کی مخالفت کرتے ہیں،جس سے وہ اہل مشرق کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہا ہے:

وہ رہزن جو یہ سوچتا ہے
کہ ایشیا ہے کوئی عقیم وامیر بیوہ
جو اپنی دولت کی بے پناہی سے مبتلا ایک فشار میں ہے
اوراس کا آغوشِ آرزومند وامیرے انتظار میں ہے(۸)

راشد مشرق کی معاشی بدحالی کے ذمہ دار فرنگیوں کو قرار دیتے ہیں کیوں کہ یہی لوگ معاشی ابتری کو بطور سوغات لے کر آئے ہیں۔مغربی استعمار کا اس خطہ میں اس مرض کو پھیلانے میں سب سے بڑا ہاتھ ہے۔یہی نہیں بلکہ اپنے استحصالی افعال سے معاشی زوال کو طول دینے میں مصروف کار ہیں۔راشد کی نظم''خرابے''ایک ایسی نظم ہے۔جس کا واحد متکلم ایک ایسا گھر بنانے کی خواہش کرتا ہے۔جو پُرسکون ہواوراس میں ہر قسم کی آسائشیں اورسہولیات موجود ہوں، کیوں کہ اس کا موجودہ گھر کھنڈر بن چکا ہے۔اس کے در ودیوار قابل استعمال نہیں لیکن اس کا یہ خواب مغربی استعمار کے سامنے چکنا چور ہو جاتا ہے۔مغربی استعمار ایسی معاشی پالیسیاں مشرق میں ترتیب دیتا ہے۔جس کی موجودگی میں انسان اپنی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہو جاتا ہے:

یہ مگر کیا تھا؟ خیالات تھے،اوہام تھے دیوانے کے
نہ وہ گل چہرہ کنیزیں تھیں،نہ دل شاد غلام
در ودیوار کے وہ نقش،نہ دیواریں تھیں
سنگ اورخشت کے ڈھیروں پہ تھا کائی کا نزول
اوروہ ڈھیر بھی موجود نہ تھے!
گُھل گئے تھے کسی آئندہ کی بیداری میں
میرے خودساختہ خواب
میں اسی پہلے خرابے کے کنارے تھا نگوں
جس سے شیون کی شب وروز صدا آتی ہے!(۹)

ن۔م۔راشد مشرق کو سیاسی اورمعاشی دونوں حوالے سے بیدار کرنا چاہتے ہیں۔آپ ایک ایسے مشرق کے خواہش مند ہیں۔جس پر نہ تو مغرب، برہمن اورسویٹ سامراج کا معاشی قبضہ ہواور نہ سیاسی بلکہ وہ ہر قسم کی قیود سے آزاد ہو۔اوراس پر

کسی قسم کی پابندی نہ ہو۔اپنے اس خواب کو شرمندہ تعبیر بنانے کے لیے اہل مشرق کو اپنا عالمگیر پیغام حریت سناتے ہیں۔جو روحانی اور مذہبی اقدار کی پابندی کے ساتھ ساتھ ماضی کے دل فریب تصورات وتہذیب کی خوشہ چینی سے آزاد ہے۔آپ مشرق کا علاج ایک سیکولر اور آزاد خیال معاشرہ کی تشکیل میں تلاش کرتے ہیں۔آپ کا خیال ہے کہ مشرق کی اس دیرینہ بیماری کا حل اسی ایک بات میں مضمر ہے کہ مشرق سیاسی اور معاشی حوالے سے بیدار ہو جائے۔اور مشرق ایک سرے سے دوسرے سرے تک باہم متحد ہو جائے۔

ن۔م۔راشد مغربی استعمار کی بربریت اور ظلم سے متاثر مشرق کے حق میں علم بغاوت بلند کرتے ہیں۔آپ کی اس بغاوت کی کئی پرتیں اور رح ہیں۔کہیں پہ تہذیب وثقافت کے اختلاف سے پیدا شدہ تضادات وتفاوت کا عنصر ملتا ہے اور کہیں پہ نسلی امتیاز اور حاکم ومحکوم کے درمیان مغربی استعماری رویے کا تذکرہ۔آپ نے مشرق کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی نہایت باریک بینی سے مشاہدہ کیا ہے۔اور جہاں پہ بھی مشرق کا استحصال اور اس کے حقوق غصب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔آپ خاموش تماشائی نہیں بنے ہیں۔بلکہ مشرق کے حق میں آواز اٹھائی ہے۔''طلسم ازل اور ظلم رنگ'' میں ن۔م۔راشد مشرق کی محکومیت اور مغربی استعمار کی استحصالی پالیسی کو جنسی تلازمات میں پروتے ہیں۔آپ کی اس قبیل کی نظمیں نسلی تفاوت اور حاکم ومحکوم کے افتراق کے احساس سے جنم لینے والی مغرب اور مشرق کی آویزش وتصادم کو اُجاگر کرتی ہیں۔

ن۔م۔راشد کو مغربی استعمار کی غلامی کا شدید احساس ہے۔ان کے علم میں ہیں کہ کس طرح ہماری قوم زندان فرنگ میں قید ہے اور اس سے نجات کس طرح ممکن ہوسکتا ہے۔زنجیر میں جکڑی ہوئی اپنی بے بس اور محکوم قوم کو جذبہ آزادی سے متصف کرتے ہیں۔اسے یہ احساس دلاتے ہیں۔کہ غلامی کے جس درد وکرب سے تم دوچار رہو۔اپنی آیندہ نسل کو اس تکلیف سے بچاؤ:

بہت ہے کہ ہم اپنے آبا کی آسودہ کوشی کی پاداش میں
آج بے دست وپا ہیں
اس آیندہ نسلوں کی زنجیر پا کو تو ہم توڑ ڈالیں! (۱۰)

نظم ''زنجیر'' میں بھی غلامی کی زنجیر توڑنے کا احساس ملتا ہے۔اس نظم میں بہت سی سیاسی علامتیں موجود ہیں۔جس کے ذریعے راشد مشرق کو سیاسی حوالے سے بیدار کرنا چاہتے ہیں۔گوشہ اور دنبالہ زنجیر، قید غلامی اور پیلہ وریشم، غلام قوم کیلئے راشد کی وضع کی گئی سیاسی علامتیں ہیں۔فتح محمد ملک اس نظم (زنجیر) کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ن۔م۔راشد نے اس نظم میں برطانوی سامراج کے خلاف واقعتاً صدائے بغاوت بلند کی ہے۔وہ سیاسی بیداری کو احتجاج اور بغاوت کی راہ پر ڈال کر برطانوی غلامی کی زنجیریں توڑ ڈالنے کا درس دیتے ہیں۔''(۱۱)

نظم ''زنجیر'' سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں، جس میں ن۔م۔راشد نے مشرق کو تحریک آزادی پر آمادہ کیا ہے:

گوشہ زنجیر میں

اک نئی جنبش ہویدا ہو چلی،

سنگ خارا ہی سہی، خار مغیلاں ہی سہی

دشمن جاں، دشمن جاں ہی سہی

دوست سے دست و گریباں ہی سہی

یہ بھی تو شبنم نہیں......

یہ بھی تو مخمل نہیں، دیبا نہیں، ریشم نہیں...... (۱۲)

ن۔م۔راشد مختلف علامات سے مغرب و مشرق کی تہذیبی، سیاسی اور سماجی آویزش کو سامنے لاتے ہیں۔ ''سباویران'' ایک علامتی نظم ہے، جس میں ن۔م۔راشد نے علامات سے سبا کو آلام و آسیب کا مسکن بنا کر مشرق میں مغرب کی چیرہ دستیاں اور استعماری طاقت کے مختلف حربوں کو علامتی انداز میں اُجاگر کیا ہے۔ یہ نظم مشرق کی ظلم و بربریت کی داستان حیات ہے۔ اگرچہ سبا اور سلیمان دو ایسی اسلامی تاریخی علامتیں ہیں۔ جس سے عظمت اور بزرگی وابستہ ہے۔ لیکن شاعر نے اسے مصائب و آلام کا مسکن بنا کر اہل مغرب کی درندگی کو واضح کیا ہے:

سلیماں سر بزانو اور سبا ویراں

سبا ویراں، سبا آسیب کا مسکن

سبا آلام کا انبار بے پایاں!

گیاہ و سبزہ و گل سے جہاں خالی

ہوائیں تشنہ باراں،

طیور اس دشت کے منقار زیر پر

تو سرمہ در گلو انساں

سلیماں سر بزانو اور سبا ویراں (۱۳)

ن۔م۔راشد کی شاعری کا مرکزی نکتہ مشرق اور اہل مشرق کا درد و کرب ہے۔ آپ کی شاعری پر مشرقی انسان کی کسمپرسی کا احساس نقطہ عروج پر ہے۔ آپ مشرق کے زوال و بربادی کے ذمہ دار مغربی استعمار اور غارت گر کو قرار دیتے ہیں۔ جس نے تمام مشرق کو غلامی کی ایک ہی زنجیر میں جکڑ رکھا ہے۔ آپ ان تمام حالات کا ایسی غیر جانبداری سے تجزیہ کرتے ہیں کہ ایک تو مغرب کا استبدادی اور استعماری چہرہ عیاں ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ مشرقی انسان میں مغرب کے استحصالی رویے اور پالیسی سے نکلنے کی صورت نکل آتی ہے۔

مختصر یہ کہ راشد اور مشرق دونوں لازم و ملزوم ہے۔ دونوں ایک ہی زنجیر کی دو کڑیاں ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا، جہاں مشرق پر مغربی استعمار کی خونیں داستان رقم ہوگی، وہاں راشد کا تذکرہ بھی ناگزیر ہوں گا۔ اور جہاں راشد کی بات ہوگی وہاں مشرق پر راشد کی بصیرت آفروز شاعری کا تذکرہ بھی کیا جائے گا۔

حوالہ جات

۱۔ ن۔م۔راشد،کلیات راشد،(لاہور:ماورا پبلشرز،س ن)،ص۱۰۹۔۱۱۰

۲۔ امجد طفیل،ن۔م۔راشد کی شاعری اور استعماری صورت حال،مشمولہ: ن۔م۔راشد:حرف ومعنی کا جستجو ، مرتب: شاہد رفاقت علی،(لاہور:مجلس ترقی ادب،۲۰۱۵ء)،ص۸۲

۳۔ کلیات راشد،ص۱۰۴

۴۔ خواجہ محمد زکریا،چند اہم جدید شاعر،(لاہور:سنگت پبلشرز،۲۰۰۳ء)،ص۳۸

۵۔ کلیات راشد،ص۲۳۶

۶۔ ایضاً،ص۱۳۰

۷۔ ایضاً،ص۲۰۱

۸۔ ایضاً،۱۸۸

۹۔ ایضاً،۱۶۲۔۱۶۵

۱۰۔ ایضاً،ص۱۳۱

۱۱۔ فتح محمد ملک،ن م راشد: سیاست اور شاعری،(اسلام آباد:دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۰ء)،ص۲۷

۱۲۔ کلیات راشد،ص۱۴۳

۱۳۔ ایضاً،ص۱۶۸